سیاست نبوی

جناب پروفیسر ساجد میر صاحب

سیرتِ طیّبہ کا پیغام، عصرِ حاضر کے نام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل بھی تھے اور ہادیٔ کامل بھی۔ آپ کی راہنمائی اور آپؐ کا اسوۂ حسنہ زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ سیاست چونکہ انسان کی اجتماعی زندگی کا ایک اہم شعبہ ہے۔ اس لئے ناممکن تھا کہ سیرت نبوی اس کے بارے میں ایسی نظری و عملی راہنمائی پیش نہ کرے جو عصر حاضر کے لئے بھی نشانِ منزل کا کام دے سکے۔

آج بہت سے لوگ اس بات کو سمجھتے ہیں کہ دین و سیاست کی دوئی کا مغربی تصور اسلام کے نزدیک قابل قبول نہیں مگر اس کے باوجود اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ ایک سچا مذہبی انسان اور بالخصوص ایک دینی راہنما۔ اچھا اور کامیاب سیاستدان نہیں بن سکتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک سیاست بہت سی مذہبی اقدار کی قربانی کی متقاضی ہے تاہم سیرت طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی و اخلاقی اقدار کو اپنا کر بھی اعلیٰ درجہ کی کامیاب سیاست کی جا سکتی ہے حقیقت یہ ہے کہ جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کے بہت سے دوسرے پہلو حیران کن حد تک بے مثال ہیں۔ اسی طرح آپ کی مدبرانہ سیاست دانی States man ship بھی بے نظیر ہے بعض مغربی مفکرین کو آپؐ کے تدبر و سیاست نے اتنا مبہوت کیا ہے کہ انھوں نے یک طرف آپ کے نبی اور مصلح ہونے کے کردار اور دوسری طرف ایک مدبر سیاستدان اور کامیاب حکمران ہونے کے کردار کی حیثیت میں حد فاصل قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کی ایک نمایاں مثال پروفیسر منٹگمری واٹ کی سیرت پر دو الگ الگ کتابیں Muhammad at Meeca اور Muhammad At Medina ہیں۔

یہ تو درست ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدبرانہ سیاست کا واضح تر اظہار اور موقع و محل کی مناسبت سے مدینہ میں ہوا۔ مگر اس سلسلہ میں دو باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ ایک تو یہ

آپؐ کی مدنی سیاست بھی آپؐ کے اعلیٰ کردار اور اصولوں کے مطابق تھی اور دوسرے آپؐ کے سیاسی تدبر اور فراست کا کامیاب مظاہرہ مکی زندگی میں بھی بارہا ہو چکا تھا۔

عطائے نبوت سے پہلے ہی آپ مکہ کے ان مدبروں میں نمایاں طور پر شامل تھے جنہوں نے حلف الفضول کے نام سے بڑے بڑے ذی اثر ظالم کے خلاف ہر مظلوم کی مدد کا معاہدہ کیا تھا۔ جاہلی عصبیت اور قبائلی جانبداری کے تیرہ و تاریک ماحول میں انصاف و مروت کی اس شمع کا جلانا یقیناً دور اندیش اور با اصول تدبر کا کارنامہ تھا۔ پھر اسی دور میں جب قریش نے کعبہ کی تعمیر نو شروع کی تو حجر اسود کی تنصیب کا شرف حاصل کرنے کے مسئلہ پر قتل وخون ریزی کی نوبت آنے لگی اس مشکل موقع پر آپؐ ہی کے تدبر و انصاف نے حالات کو سنبھالا حالانکہ مؤرخین اور سیرت نگاروں کے مطابق آپؐ اس وقت عمر، سماجی مرتبہ اور مال ومنال کے لحاظ سے قریش کے آمادۂ پیکار سرداروں سے بہت چھوٹے تھے۔

ان دو واقعات سے قطع نظر، مکی زندگی کے تیرہ مشکل سالوں میں پھر آپ نے اپنی با اصول اور جرأت مندانہ قیادت سے نہ صرف مسلمانوں کو ہر ایذاء اور ابتلاء کا حوصلہ مندی اور مستقل مزاجی سے مقابلہ کرنا سکھایا اور برابر انکی ہمت بندھاتے رہے بلکہ بڑے تدبر اور حکمت عملی سے کام لے کر اپنے خاندانی و قبائلی تعلقات، مخالف سرداروں سے براہ راست رابطہ، ہجرت حبشہ، حج اور عکاظ کے میلہ پر نئے روابط کی تلاش وغیرہ کے ذریعہ ایک طویل عرصہ تک اپنے جانی دشمنوں کو شدید مخالفت کے باوجود اپنے اوپر قاتلانہ حملہ سے بھی باز رکھا اور عام مسلمانوں کی اجتماعی قتل وغارت سے بھی پھر آپؐ کی دور اندیشی اور تدبر نے اسلام کی آزادانہ نشو ونما کے لیئے مکہ کے مخالفانہ ماحول سے دور امن وسلامتی کا ایک گہوارہ تلاش کر لیا۔

اہل مدینہ سے اپنی اور اپنے دین کی نصرت و امداد کا جو عہد آپ نے بیعت عقبہ کی صورت میں لیا وہ بھی آپؐ کے اعلیٰ تدبر کا ثبوت ہے۔ اہل مدینہ کو اس بات کا تردد تھا کہ آج اگر وہ آپ کی حمایت میں قریش اور سارے اہل عرب کی مخالفت مول لیں تو کل ان پر غلبہ پانے کے بعد آپ پھر اپنی قوم سے جا ملیں گے اور انصار یکہ وتنہا رہ جائیں گے۔ آپؐ نے بھرپور تبسم کے ساتھ فرمایا بل الدم الدم و الھدم الھدم۔ انتم منی و انا منکم۔ یعنی میں اور تم ایک ہیں اور ایک ہی رہیں گے تمہارا خون میرا خون اور تمہاری عزت میری عزت۔ آپؐ کے پُروقار انداز اور طرز تکلم نے سارے شبہات دور کر دیئے اور انصار نے دل وجان سے آپ کا ساتھ دے کر

بتدریج اسلام کا بول بالا کر دیا۔

جب آپ مدینہ تشریف لائے تو بہت سے پیچیدہ سیاسی و اجتماعی مسائل آپؐ کو درپیش تھے مثلاً (۱) قریش مکہ کی مسلسل عداوت و مخالفت (۲) انصار کے قبیلوں اوس وخزرج کے باہمی اختلافات اور لڑائیاں (۳) مدینہ میں بعض منافقین اور دغوں کا وجود (۴) انصار کے مقابلہ میں یہود مدینہ کی سماجی، اقتصادی اور مذہبی بالادستی (۵) مدینہ کا کمزور دفاع (۶) مرکزیت اور قانونی حکومت کا فقدان (۷) کمزور معیشت جسے سینکڑوں مہاجرین کا بوجھ بھی برداشت کرنا تھا۔

ان مسائل کے مقابلہ میں وسائل کی کیفیت یہ تھی کہ نہ حکومت تھی۔ نہ فوج۔ نہ ہتھیار۔ نہ خزانہ یعنی کسی ایک مسئلہ کے حل کے لئے بھی ظاہری اسباب ندارد تھے اس کے باوجود آپؐ نے جس طرح کامیابی سے ان مسائل کا حل فرمایا وہ آپ کے عظیم الشان تدبر اور کامیاب سیاست کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور اس میں ہمارے راہنماؤں اور مفکرین کے لیے رہنمائی کا بے پایاں سامان موجود ہے۔ آپؐ نے مدینہ پہنچتے ہی دو ایسے اقدام کیے جنھوں نے ان مسائل کے تسلی بخش حل کی مضبوط بنیاد مہیا کر دی۔ ایک تو آپؐ نے میثاق مدینہ کے تحت مدینہ بلکہ عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مرکزی اتھارٹی قائم کی اور یہود اور اوس وخزرج کے تعلقات میں توازن پیدا کیا۔ نیز اسی میثاق کے ذریعہ بلالحاظ مذہب وملت و بلا امتیاز رنگ ونسل سب اہلِ مدینہ کو اس نئی شہری مملکت (CITY - STATE) کے دفاع کے لئے آمادہ و تیار کیا۔ دوسرے اپنے پیروکاروں اور جانثاروں میں اتحاد اور قوت پیدا کرنے اور معاشی مسئلہ کے حل کے لیئے مؤاخات کے عدیم النظیر ہتھیار سے کام لیا۔ یہ اقدامات آپؐ کی اعلیٰ اصولوں پر مبنی سیاست کاری کا زندہ ثبوت ہیں۔ یہود و منافقین تک کو ایک مرکز کے تحت کرنا۔ شہر میں امن وامان قائم کرنا۔ اور سب شہریوں کو دفاع کے لئے تیار کرنا معمولی کارنامہ نہیں تھا۔ اسی طرح مؤاخات مہاجرین وانصار کے ذریعہ آپؐ نے ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا جس میں محبت، ایثار، ہمدردی اور امدادِ باہمی کا دور دورہ تھا۔ یہاں تک کہ انصار نے مہاجرین کو اپنے گھروں کھیتوں اور کاروبار، ہر چیز میں شریک بنا کر معاشی مشکلات کو بھی دور کیا اور باہمی تعاون کی ایسی فضا بھی پیدا کی جس میں دشمن کا مقابلہ آسان ہوگیا۔

ان اقدامات کو کامیاب بنانے میں ایک طرف آپؐ کے عملی نمونہ اور اخلاق عالیہ خصوصًا

ضبط و تحمل کی بے نظیر صفت اور دوسری طرف آپکی انتظامی قابلیت و بصیرت کا بہت دخل تھا یہود کی طرف سے اشتعال انگیزی اور خلاف ورزیاں ہوئیں مگر آپؐ نے متعدد بار درگذر کیا البتہ جب معاملہ حد سے بڑھنے لگا تو پھر آپؐ نے ایک قابل منتظم کی طرح مضبوط اقدامات کرکے انکی سرکوبی کی۔ مگر منافقین کے معاملہ میں آپؐ نے مسلسل چشم پوشی اور مروت سے کام لیا رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے جنگِ احد کے موقع پر غداری کرنے کے علاوہ کئی مرتبہ انصار کو مہاجرین کے خلاف بھڑکانے اور باہمی بھائی چارے کی فضا کو مسموم کرنے کی کوشش کی وہ معمولی اختلافات کو ابھار کر کہتا سمن کلبک یاکلک اپنے کتے کو موٹا کرو وہ ایک دن تمہیں ہی کاٹ کھائے گا اور لیخرجن الاعز منہا الاذل اہل عزت ادنیٰ لوگوں کو مدینہ سے نکال باہر کریں گے۔ حضرت عمرؓ جیسے عزت مند صحابہ اور خود اس کے مخلص بیٹے نے متعدد بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے قتل کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے حلم و صبر اور اونچے درجہ کی اخلاقی سیاست کا مظاہرہ کرتے ہوئے انھیں روک دیا۔ یہ پالیسی بالاخر اتنی کامیاب ہوئی کہ اس کے ساتھی انگلیوں پر گنے جاتے تھے اور اس کے اپنے قبیلہ والے اسے سرزنش و ملامت کرتے تھے۔ اسی پالیسی سے آپؐ نے سہیل بن عمرو جیسے مخالفین کو زیر کیا جس نے اپنی خطابت سے عرب بھر میں آپؐ کے خلاف آگ لگا رکھی تھی۔ اور بدر کے قیدیوں میں دیکھ کر آپؐ سے اس کے دانت توڑنے کی اجازت طلب کی گئی تھی کہ آئندہ وہ مخالفت کی آگ بھڑکا ہی نہ سکے مگر آپؐ نے آج کے جمہوری حکمرانوں کو دکھایا کہ جبر کی بجائے حسن سلوک اور عفو و کرم سے بھی سیاسی مخالفین کا منہ بند کیا جا سکتا ہے۔ یہی سہیل بن عمرو تھا جس نے سات برس بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ہزاروں عربوں کو موثر تقاریر کے ذریعہ ارتداد سے باز رکھا

ضبط و تحمل اور عفو و حلم کے علاوہ، حالات کا جذباتیت سے عاری تجزیہ، مستقل اور دیرپا فوائد کے لئے عارضی نقصان قبول کر لینا مگر اصولوں اور مقاصد کو نظر سے اوجھل نہ ہونے دینا۔ وسیع القلبی اور وسعت ظرفی، افہام و تفہیم کے ساتھ فضل و احسان سے مخالف و موافق کے دل میں گھر کر لینا۔ یہ آپؐ کی سیاست کاری کے چند اصول ہیں۔ جن کا ایک اور بہترین مظاہرہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہوا۔ مستقبل پر نظر رکھتے ہوئے اور امن و امان کے ساتھ تبلیغ دین کا بنیادی حق تسلیم کر لینے کے عوض آپؐ نے جملہ ساتھیوں کی خواہشات کے علی الرغم کفار کی بعض

کڑی شرائط مان لیں۔ حالات نے ثابت کر دکھایا کہ آپکی دوربین نظروں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ کسی کو نظر نہ آیا تھا۔ اس مدبرانہ صلح کے بعد اسلام نے جو بے نظیر ترقی کی یہ اسی کا ثمرہ تھا کہ مکہ سے نکلتے وقت تو آپ کو صرف ایک رفیق کی رفاقت حاصل تھی مگر جب آٹھ برس بعد فاتحانہ شان سے واپس آئے تو دس ہزار قدوسی ہم رکاب تھے۔ پھر اس موقع پر بھی آپ نے سیاست وقیادت کے اپنے انہی آزمودہ اصولوں سے کام لے کر شدید ترین مخالفین کو بھی اپنا جانثار بنالیا۔

ایک با اصول اور کامیاب سیاست دان کے لئے مذکورہ خوبیوں کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اونچے درجہ کا خطیب ہو اور جھوٹ کا سہارا لیئے بغیر عوام کے ذہن کو قابو میں لے سکتا ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے مدبر سیاست دان ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین اور انتہائی مؤثر خطیب بھی تھے۔ جنگ حنین کے غنائم کی تقسیم کے سلسلہ میں انصار کے ایک طبقہ میں پائی جانے والی بے چینی کو آپ نے اپنی ایک شاہکار تقریر ہی سے دور کیا۔ آپ نے پہلے ان پر اپنے اور اسلام کے احسانات کا ذکر فرمایا۔ الم اتکم ضلالا فھدکم اللہ وعالۃ فاغنکم اللہ واعداءً فالف اللہ بینکم۔ جب میں آیا تو کیا تم گمراہ نہیں تھے اور اللہ نے تمہیں ہدایت دی۔ کیا تم فقیر نہیں تھے کہ اللہ نے تمھیں غنی کیا۔ کیا تم دشمن نہیں تھے اور اللہ نے تمھارے دل ملائے انصار نے ان نعمتوں کا اقرار کیا تو فرمایا۔ الا تجیبون یا معشر الانصار۔ تم جواب کیوں نہیں دیتے تم کہہ سکتے ہو کہ جب آپ کے لوگوں نے آپ کی تکذیب کی۔ ہم نے تصدیق کی۔ جب انھوں نے چھوڑا ہم نے مدد کی۔ جب انھوں نے نکالا ہم نے پناہ دی۔ جب آپ کے پاس مال نہیں تھا ہم نے سب کچھ پیش خدمت کیا۔ پھر اپنی بات کو اپنی انتہاء (CLIMAX) تک پہنچاتے ہوئے فرمایا۔ الا ترضون ان یذھب الناس بالشاۃ والبعیر وتذھبون برسول اللہ الیٰ رحالکم کیا تم پسند نہیں کرتے کہ لوگ تو بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اللہ کے رسول کو ساتھ لے جاؤ یہ بھی فرمایا کہ میں تمھارا ہوں اور تمھارا رہوں اور تمھارا رہوں گا اور بارگاہ الٰہی میں انصار اور انکی اولاد کے لئے دعا بھی فرمائی۔ اللھم ارحم الانصار وابناءَ الانصار وابناءَ ابناءِ الانصار۔ آپ کے خلوص اور خطابت کا وہی اثر ہوا جو ہونا چاہیئے۔ انصار کی ڈاڑھیوں تک بہنے والے آنسوؤں نے دلوں کا غبار دھو کر صاف کر دیا۔

آج کے سیاست دانوں کے لئے سیاست نبوی کا ایک اور اہم سبق دیانت وامانت